ایران کی مسیحی برادری — ایک تعارف

دُنیا کے اکثر ممالک کی طرح اسلامی جمہوریہ ایران کا معاشرہ بھی مذہبی رنگا رنگی کا حامل ہے۔ تقریباً ۹۸ فیصد مسلم آبادی میں مختلف مکاتبِ فکر کے ساتھ ساتھ دو فیصد غیر مسلموں میں زرتشی، یہودی اور مسیحی نمایاں ہیں۔ زرتشتی مذہب نے اسی خطّے میں جنم لیا تھا، مگر وقت کے ساتھ اس کے پیروکاروں میں بتدریج کمی ہوتی رہی ہے اور آج زرتشیتوں کی نسبت مسیحی بڑی مذہبی اقلیت بن چکے ہیں۔ یہودیت اور مسیحیت نے یکے بعد دیگرے ارضِ فلسطین میں جنم لیا، مگر اہلِ ایران کی روایات کے مطابق اُن کا ملک اسرائیلی انبیاء کے قدوم میمنت لزوم سے محروم نہیں رہا۔ "عہد نامہ قدیم" کی ایک کتاب "حبقوق" نبی کے نام سے منسوب ہے اور مسیحی اہلِ علم کے بیان کے مطابق "حبقوق نبی کے متعلق معلومات اتنی محدود ہیں کہ اُس کے متعلق جو کچھ بھی لکھا گیا ہے، وہ محض [کتاب "حبقوق" کی] داخلی شہادت یا ظن و تخمین پر مبنی ہے"[1]۔ تاہم ایران میں انہی حبقوق نبی کو "حیقوق" کے نام سے پہچانا جاتا ہے جن کا مزار تویسرکان (صوبہ ہمدان) میں موجود ہے۔ ماہنامہ "وحدت اسلامی" (اسلام آباد) نے ایک رپورٹ "سرزمین ایران کے شہید پیغمبرِ خدا حضرت حیقوق نبی" کے زیرِ عنوان شائع کی ہے[2]۔ اس کے مطابق

> حضرت حیقوق نبی حضرت موسیٰؑ کی نسل سے ہیں۔ آپ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی ولادت سے کوئی چھ سو سال پہلے زندہ تھے۔ ان کے مقام اور تاریخ ولادت کے بارے میں ہم تک کچھ زیادہ معلومات نہیں پہنچی ہیں۔ جو کچھ تمام مؤرخین اور محققین کی تحریروں سے ہم تک پہنچا ہے، وہ بس اس قدر ہے کہ حضرت حیقوقؑ یروشلم میں پیدا ہوئے تھے۔ جب کلدانی بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر قبضہ کیا حضرت حیقوقؑ، حضرت دانیالؑ کے ہمراہ بخت نصر کے سپاہیوں کی قید میں آ گئے۔ اُنہیں بابل منتقل کیا گیا جہاں وہ طویل مدت تک قید میں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے ۵۳۸ سال قبل ایران کے بادشاہ کوروش نے بابل کو فتح کیا اور ایک فرمان کے ذریعے تمام اسیروں اور زندانیوں کو آزاد کر دیا۔ بابل کی قید سے اِن قیدیوں کی رہائی کے بعد حضرت حیقوق اپنے چند پیروکاروں کے ہمراہ ایران کی طرف چل دیے اور ہمدان کے نزدیک تویسرکان کے مقام پر سکونت اختیار کی اور یہیں شہادت پائی۔

آج حضرت حیقوق کا مزار تاریخی آثار میں شامل ہے جو سلاجقہ (ساتویں صدی ہجری) کے دور میں موجودہ شکل میں تعمیر کیا گیا تھا۔ مزار کے دروازے پر ان دنوں "مرقد حضرت حیقوق نبی" کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں اور ایک بڑے سائن بورڈ کے ذریعے مزار کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ "ماضی میں اکثر لوگ حضرت حیقوق علیہ السلام کی شخصیت سے صحیح طور پر متعارف نہیں تھے اور اس ناواقفیت کی وجہ سے آں جناب کا واجبی احترام بھی نہیں ہوتا تھا، لیکن علمائے کرام کے اشارات و تذکر کی بدولت اب لوگ اس پیغمبر خدا کی شخصیت اور مقام سے متعارف ہو گئے ہیں۔

ایرانی مسیحی برادری دو بڑے گروہوں ـــــ "آرامنہ اور "آشوریان" ـــــ میں منقسم ہے۔ ارامنہ کل مسیحی آبادی کا تقریباً ۷۵ فیصد ہیں اور آشوریان کم و بیش بیس فیصد۔ ان قدیم مسیحی فرقوں کے ساتھ نو آبادیاتی دور میں یورپی اور امریکی مسیحی منادوں کے ذریعے متعدد پروٹسٹنٹ گروہ متعارف ہوئے، مگر مقامی آبادی میں قبولِ مسیحیت کا رجحان نہ ہونے کے سبب پروٹسٹنٹ گروہوں کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم رہی ہے۔

معروف انگریز مسیحی مناد ہنری مارٹن (۱۷۸۱ء - ۱۸۲۱ء) جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم چیپلین کی حیثیت سے برصغیر میں مقیم رہا، اور "کتابِ مقدس" کے اُردو، فارسی اور عربی ترجموں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے، زندگی کے آخری برسوں میں ایران میں مقیم رہا تھا، وہیں اُس نے "عہد نامۂ جدید" کے فارسی ترجمے کو آخری شکل دی تھی۔ ہنری مارٹن کے بعد ایران میں ۱۸۲۹ء میں امریکی پروٹسٹنٹ تبشیری سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ اُس سال "امریکن بورڈ آف کمشنرز فار فارن مشنز" نے اپنے دو کارکن حالات کا جائزہ لینے کی خاطر ایران بھیجے تھے۔ ان کارکنوں کی سفارش پر ۱۸۳۴ء میں ارومیا کے مقام پر پہلا امریکی تبشیری مرکز قائم کیا گیا۔ ۱۸۷۱ء میں ایرانی تبشیری سرگرمیوں کی نگرانی "پرسبٹیرین چرچ ان دی یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ" کو سونپ دی گئی اور نئے انتظام کے تحت تہران (۱۸۷۲ء)، ارومیا (۱۸۷۳ء)، تبریز (۱۸۷۳ء) اور ہمدان (۱۸۸۰ء) میں از سرِ نو کام شروع کیا گیا۔ تبشیری کام میں توسیع کے ساتھ پرسبٹیرین چرچ نے "پرشیا مشن" کو مشرقی اور مغربی ایران کی جغرافیائی تقسیم کے تحت دو حصوں میں منقسم کر دیا اور مسیحی مناد تعلیمی، طبی اور اشاعت و فروغ مسیحیت کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ ۱۹۶۰ء میں پرسبٹیرین چرچ نے اپنے ایرانی مشن کو لپیٹ دیا، تاہم "ایونجلیکل چرچ آف ایران" کو اس کی مالی اور افرادی تائید و تعاون حاصل رہا۔

امریکی مناد وں کے ساتھ دوسرے تبشیری ادارے بھی، بالخصوص پہلوی دور میں ایران میں متحرک رہے تھے۔ ۱۹۷۸ء کے اعداد و شمار کے مطابق مغربی تبشیری اداروں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسیحی آبادی میں تین فیصد پروٹسٹنٹ آبادی تھی، اور ان میں انگلیکن، لوتھرن، ایڈونٹسٹ اور دوسرے مکاتبِ فکر شامل تھے۔

۱۹۷۰ء کے عشرے میں جب پہلوی شہنشاہیت کے خلاف عوام کا غم و غصہ بتدریج بڑھ رہا تھا اور تبدیلی کا رخ واضح طور پر اسلام کی جانب تھا، غیر ملکی مسیحی آبادی ایران چھوڑنے لگی، تاہم انقلابِ اسلامی کے داعی آیتہ اللہ روح اللہ خمینی اور دوسرے ذمہ دار افراد کے بیانات سامنے آئے کہ وہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا بھرپور تحفظ کریں گے۔ چنانچہ نہ صرف مقامی مسیحی آبادی میں اعتماد بحال ہوا، بلکہ تعلیمی اور طبی میدانوں میں کام کرنے والے بعض غیر ملکی مشنریوں نے بھی ایران میں مقیم رہنے کو ترجیح دی۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ باوسائل خفیہ ایجنسیوں نے ماضی میں مسیحی تبشیری اداروں سے وابستہ افراد کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ انقلاب کے فوراً بعد بعض غیر ملکی مسیحی مبشرین کو انقلابیوں نے حراست میں لیا، مگر تحقیقات کے بعد جب اُن پر کوئی الزام ثابت نہ ہوا، تو اُنہیں رہا کر دیا گیا۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ جب پاسدارانِ انقلاب کی مبیّنہ زیادتیوں کے افسانے بیان کیے جا رہے تھے، حراست میں رہنے والے "پاسداروں" کے گن گا رہے تھے[۳]۔ انقلاب کے دوران میں انگلیکن چرچ کے بشپ دہقانی تفتی کو بعض پریشانیوں سے گزرنا پڑا تھا، مگر وہ انقلاب اسلامی کے حامیوں میں سے تھے۔ ایک موقع پر اُنہوں نے کہا تھا کہ وہ "انقلاب کی حمایت کرتے ہیں، کیوں کہ ایسی معمولی سی افراتفری جس میں عزت و احترام موجود ہے، آمر مطلق کی غلامی سے بہرحال بہتر ہے[۴]۔"

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی پر جو نیا آئین تجویز کیا گیا، اِس میں زرتشتی، یہودی اور مسیحی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے[۵]۔

آئین کی دفعہ ۱۳ میں کہا گیا ہے کہ "ایران کے زرتشتی، یہودی اور مسیحی ہی تسلیم شدہ مذہبی اقلیتیں ہوں گے جو قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے میں آزاد ہوں گے۔ جہاں تک اُن کے شخصی احوال اور مذہبی تعلیمات کا تعلق ہے، وہ اپنے مذہبی قانون کے مطابق عمل کریں گے۔" دفعہ ۱۴ میں قرآنی آیت لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم عن دیارکمان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ "اسلامی جمہوریہ ایران اور مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ اُن کے انسانی حقوق کا احترام کرتے ہوئے اسلامی عدل و انصاف کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کا برتاؤ کریں گے۔ یہ دفعہ اقلیتوں کے اُن افراد سے متعلق ہے جو اسلام اور اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف کسی قسم کی سازش اور تحریک میں شریک نہ ہوں گے۔"

آئین کی دفعہ ۲۶ میں سیاسی جماعتوں، پیشہ وارانہ تنظیموں اور دوسری انجمنوں کے ساتھ ساتھ مذہبی اقلیتوں کی تنظیموں کے اِس حق کا تحفظ کیا گیا ہے کہ وہ قومی اتحاد اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتی ہیں۔ دفعہ ۶۴ میں یہودی، زرتشتی اور مسیحی اقلیتوں کی مجلس

(پارلیمنٹ) میں نمائندگی طے کی گئی ہے۔

اسلامی انقلاب کے بعد مسیحی آبادی پوری سرگرمی سے اپنے مذہبی مراسم ادا کر رہی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے تبشیری رسائل میں ایسی خبریں شائع ہوتی رہی ہیں کہ "کتاب مقدس" کی طلب میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں "عہد نامہ جدید" کے نسخے ایران بھجوائے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ "وحدت اسلامی" (اسلام آباد) کی اطلاع کے مطابق

* پورے ملک میں مسیحی اقلیت کے لیے ۵۰ سے زائد سکول ملک کے تعلیمی قوانین و مقررات کے مطابق سرگرم عمل ہیں۔

* پورے ملک میں ایرانی مسیحیوں کے لیے اخبارات و رسائل، کتب اور دیگر مختلف قسم کا لٹریچر وغیرہ چھپ رہا ہے۔ اس ضمن میں مثال کے طور پر انجیل کے ۲۰ ہزار نسخوں کی اشاعت کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو اشوری، ارمنی اور فارسی زبانوں میں شائع ہوئے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے ایران - عراق جنگ ہو یا امریکی یرغمالیوں کا بحران، ہر نازک مرحلے پر عالمی مسیحی مذہبی رہنماؤں کو اپنے ہاں آنے اور معاملات کا بچشم خود مشاہدہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ ارامنہ کے چرچ رہنما "کیرے کن دوم" نے جنوری ۱۹۸۳ء میں سرکاری دعوت پر ایران کا دورہ کیا اور اسی طرح ویٹی کن کے ساتھ اسلامی جمہوریہ ایران کے سفارتی تعلقات قائم ہیں۔ مسلم - مسیحی تعلقات کے حوالے سے ایران میں متعدد مذاکروں کا اہتمام کیا جا چکا ہے اور بیرونِ ایران منعقد ہونے والے ایسے اجتماعات میں ایرانی اہلِ علم بخوشی شرکت کرتے ہیں۔

حواشی

۱۔ ایف - ایس - خیر اللہ، قاموس الکتاب، لاہور: مسیحی اشاعت خانہ (۱۹۹۰ء)، ص ۳۱۸

۲۔ ماہنامہ "وحدت اسلامی" ثقافتی قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران کے دفتر (اسلام آباد) کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ دیکھیے: شمارہ ۱۰۹، بابت جون - جولائی ۱۹۹۴ء، ص ۲۷-۳۰

۳۔ دیکھیے: ماہنامہ "فوکس" (لیسٹر)، فروری ۱۹۸۱ء، ص ۴

۴۔ ایضاً، جنوری ۱۹۸۰ء، ص ۱۳

۵۔ آئین کے انگریزی متن سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

۶۔ ماہنامہ "وحدتِ اسلامی" (اسلام آباد)، شمارہ ۵۰ - ۵۱ (جمادی الاول - جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ)، ص ۱۲-۱۷، نیز ص ۵

(۲)

ایران کی دینی قیادت حضرت عیسیٰؑ کے پیغام کی بنیاد پر مسیحی برادری سے تعاون کی توقع رکھتی ہے۔ منیر الحسن جعفری کے ترجمہ کردہ مندرجہ ذیل مضمون سے، جو وحدتِ اسلامی (اسلام آباد) بابت ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ شائع ہوا تھا، علماء کی سوچ واضح ہوتی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کا درود و سلام ہو اولوالعزم نبی حضرت عیسیٰؑ بن مریم روح اللہ پر جنہوں نے مُردوں کو زندہ کیا اور سوئے ہوئے افراد کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ درود و سلام ہو خدائے بزرگ و برتر کا ان کی عظیم القدر والدہ ماجدہ جناب مریم عذرا پر جنہیں لطفِ الٰہی نے رحمتِ خداوندی کے پیاسوں کی تشنگی ختم کرنے کے لیے عیسیٰؑ جیسا عظیم المرتبت بیٹا پیش کیا۔ سلام ہو ان روحانیین پر جنہوں نے جناب عیسیٰؑ کی تعلیمات پر حقیقی معنوں میں عمل پیرا ہو کر لوگوں کو اپنے سرکش نفس کو مطیع بنانے کی دعوت دی۔ سلام ہو جناب مسیحؑ کی اس آزاد ملت پر جو جناب عیسیٰ روح اللہ کی حقیقی اور آسمانی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جناب عیسیٰؑ دیگر انبیائے خدا کی طرح خوابِ غفلت میں محو انسانوں کو بیدار کرنے کے علاوہ مُردہ افراد کو زندگی بخشتے تھے۔ انہوں نے انفرادی طور پر خودی، نفس، مادیت اور شہوت پرستی کے بستر پر محو خواب افراد کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے علاوہ اس عالمِ بشریت کو جو انسانیت کے منافی اعمال کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ظاہری قدرت و طاقت کے ذریعے جو اسے مادی سرمائے کی وجہ سے حاصل تھی، معاشرے کے مستضعف عوام کو مختلف اُلجھنوں میں مبتلا کرنے میں مصروف تھا، خبردار اور آگاہ کیا، اس لیے کہ دیگر انبیائے خداوند عزّوجل کی طرح خدا کے آئین اور ضابطۂ حیات کے مطابق انسانیت کے فروغ اور ایک ایسے انسانیت ساز معاشرے کو وجود دینا جس میں اجتماعی عدل اور نظامِ الٰہی کی حاکمیت ہو خدا کی طرف سے انہیں سونپی گئی ایک اہم ذمّہ داری تھی۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ کی طرح جناب عیسیٰؑ کو بھی یہ ذمّہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ لوگوں کو نیک کاموں کی تلقین (امر بالمعروف) اور بُرے کاموں سے باز رہنے (نہی عن المنکر) کی تاکید کریں۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ وہ ستم گر اور مُتکبر حکمران جنہوں نے جناب عیسیٰؑ کی اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا اور ان کے مدّمقابل آکھڑے ہوئے تھے، ان کے مقابلہ میں جناب عیسیٰؑ کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمّہ داری کا مفہوم یہ تھا کہ ان طاغوتی اور ظُلم پیشہ عناصر کے خلاف جہاد کریں اور خدا کے دین کے علاوہ خدائی اصولوں اور انسانی اقدار کی حفاظت کریں۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں جہاں مختصر طور

پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کو "توریت کا تصدیق کنندہ" کہہ کر یاد کیا گیا ہے، وہاں جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اسی صفت سے متّصف بھی کیا ہے کیونکہ یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کی تعلیمات پر مشتمل آسمانی کتاب توریت (اصلی اور غیر تحریف شدہ) جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے اپنے زمانہ کے ظالم حکمران فرعون کے خلاف جہاد کا درس دینے والی کتاب تھی۔ اس کے علاوہ تمام انبیائے خدا کو واضح طور پر یہی اہم ذمّہ داری سونپی گئی تھی کہ "خدا کی عبادت و اطاعت کی جائے اور طاغوت سے اجتناب کیا جائے۔" اب کیونکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ انبیائے اولوالعزم میں سے تھے، لہٰذا ان کے لیے اس ذمّہ داری کا خاص خیال رکھنا اور بھی ضروری تھا۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کو خداوندِ عزّوجلّ کی طرف سے جو ذمّہ داری سونپی گئی تھی، اس رسالتِ الٰہیہ کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ ان ظاہری اور باطنی شیطانی رکاوٹوں کو بھی ختم کریں جو اللہ کے بندوں اور مستضعفین کو غیر اللہ کی غلامی اور استضعاف کی طرف لے جانے والی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جہالت اور پست حیوانی زندگی کے تصوّر کو انسانوں کی روح اور فکر کو جلادے کر ختم کیا، انہیں غلامی کی زنجیروں سے نجات دلا کر آزادی بخشی اور بنی نوعِ انسان کو اس حقیقی راہ پر گامزن کیا تھا جو انسانوں کو حقیقی آزادی اور بلند وارفع اقدار سے متّصف کر کے انسانیت کو زندہ رکھنے کا موجب بن سکے۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو سونپی گئی "رسالت واقعی" یعنی "مردوں کو زندہ کرنا" اسی مفہوم میں ہے، ورنہ ایک انسان کے "مردہ جسم" میں زندگی کی لہر پیدا کر دینے کا عمل جو بعض مواقع پر رونما ہوا، وہ تو ایک معجزے اور ان کو سونپی گئی رسالت کی صداقت کی نشانی ہے جبکہ انبیائے خدا کو دیے جانے والے عہدۂ رسالت کا اصل مقصد تو انسان سازی اور انسانیت کو حیاتِ جاوداں دینا ہی رہا ہے۔

اس امر میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ظاہری شیطانوں یعنی ستم گروں اور مستکبرین نے حقیقی انسانی ثقافت کو اپنے پاؤں تلے روندنے، انسانوں کے روحانی سرمائے کو تباہ کرنے اور انسانوں کے مادّی ذخائر کو لوٹنے کے لیے جو جال پھیلا رکھا تھا، اسے ختم کرنے کی ذمّہ داری جناب عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغی مہم کا ایک اہم حصّہ تھا۔ لہٰذا ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ ظالموں اور طاغوتی عناصر کے خلاف بھرپور جدوجہد کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیے یہ بھی لازمی امر تھا کہ وہ انسانی اعلیٰ اقدار کے مطابق انسانوں کی تربیّت کر کے انسانوں کے اندر وہ روحانیت بھی پیدا کریں جس کے ذریعے انسان باطنی شیطانوں کے وسوسوں سے خود کو محفوظ رکھ کر معاشرے میں انسان سازی کی فضا ہموار کر سکے۔ کیونکہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے کے لیے جس میں خدائی احکامات اور مکتبِ الٰہیہ کے اصولوں کو حاکمیت حاصل ہو، گمراہی اور تباہی کی طرف لے جانے والے اسباب کو نابود کرنا بھی ضروری امر ہے۔ اسی لیے ظلم اور ظالم کے خلاف جہاد کر کے عدل و انصاف کے تحقّق کے لیے راہ ہموار کرنا جناب مسیح علیہ السلام اور تمام انبیاء کی رسالت کا اہم ترین ہدف رہا ہے۔ چنانچہ اسلامی روایات اور ان خطابات

میں جہاں خداوندِ عزّوجل نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا ہے اس حقیقت کا واضح طور پر ذکر موجود ہے۔ جیسے ارشاد ہے کہ:

اے عیسیٰ، بنی اسرائیل کے ظالموں سے کہہ دو۔۔۔

اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح قرآنِ حکیم میں جناب موسیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہے کہ "یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام جاؤ فرعون کے سامنے اور اسے ایسا کرنے کو کہو۔۔۔" اور یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بنی اسرائیل کے فراعنہ اور ستم گروں کے خلاف جہاد کرنے کی مہم سونپی گئی تھی۔

وہ خطاباتِ الٰہیہ جن کا تعلق جناب عیسیٰ علیہ السلام سے ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

• اے عیسیٰ علیہ السلام! بنی اسرائیل کے ستم گروں سے کہو کہ کیا تم لوگ میرے بارے میں الزام تراشی کر رہے ہو اور میرے مقابلے میں گستاخی اور جسارت کا مظاہرہ کر رہے ہو، حالانکہ میرے نزدیک تمہاری مثال ان حرکت کرنے والے مردوں کی سی ہے جن میں سے مردار کی مانند بدبو نکل رہی ہو۔

• اے عیسیٰ علیہ السلام! بنی اسرائیل کے ظالموں سے کہہ دو کہ کیا وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ خود کو میرے (اللہ کے) انتقام کے عذاب سے محفوظ رکھ سکیں گے اور اسی خیال سے وہ میری (اللہ کی) کھلم کھلا نافرمانی کر رہے ہیں، مگر یاد رکھیں مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے، میں (اللہ) انہیں ایسے انجام سے دوچار کروں گا جو دوسروں کے لیے درسِ عبرت قرار پائے گا۔

• اے عیسیٰ علیہ السلام! بنی اسرائیل کے ظالموں سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے موجودہ رویّہ سے دستبردار نہ ہوئے تو میں انہیں بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دوں گا۔

یہ تھیں جناب مسیح علیہ السلام کی صحیح اور غیر تحریف شدہ سیرت کی چند منطقی مثالیں جو اس منطق کی وضاحت کرتی ہیں جو انسانوں کو ستم گروں کے خلاف جہاد کرنے، تاریخ کے مستضعفین کو ان کا حق دلانے اور عالمی سامراجیت کے علاوہ تجاوز کرنے والوں سے اظہارِ نفرت کا پیغام دیتی ہے۔

اے پوری دنیا میں بسنے والے ملتِ مسیح کے آزاد اور صاحبِ شرافت عوام! یہ ہے وہ عظمت و مقامِ مسیح علیہ السلام جس کا اعتراف قرآنِ حکیم میں تمہارے عظیم القدر پیغمبر کے بارے میں کیا گیا ہے (علاوہ اس کرامت و شرافت کے جو اس بزرگوار کو اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے حاصل ہوئی ہے) نیز یہ ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام جن کے انسانیت ساز کردار کو بطور نمونہ قرآنِ حکیم میں پیش کیا گیا ہے۔۔۔